مولانا سید انظر شاہ کشمیری
استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

قرآنی مضامین کا معجزانہ ربط

کہنے کو تو اس پھیلی ہوئی طویل عریض دنیا کا ہر مسلمان جو صحیح العقیدہ اور راست فکر ہو قرآن حکیم کو ایک "معجزہ" ہی کہتا ہے۔ عوام اہل علم سے سن کر اور خواص اس صحیفۂ ربانی کا گہرے اور ہمہ جہت مطالعہ کے بعد۔ لیکن قرآن مجید کا اعجاز کس چیز میں ہے آیا اس کے الفاظ۔ تعبیرات۔ اسلوب شوکت بیان۔ مضامین کی گہرائی و گیرائی۔ دروبست نظم دلنشیں۔ خبروں کا واقعہ کے مطابق ہونے میں یا اپنی تعلیمات کی نکھار اور ندرت کے اعتبار سے۔ یا پھر مضامین کی تاثیر و دلپذیری کے لحاظ سے۔ ٹھیک اسی اعجاز کو ثابت کرنے کے لئے اہل علم نے قلم اٹھایا تو بلا مبالغہ تصانیف کا انبار ہی لگ گیا۔ لیکن علماء کی ان تمام کاوشوں سے ذرا تھوڑی دیر کے لئے جدا ہو کر دیکھئے تو بلا مبالغہ قرآن حکیم ایک ایسا شاداب چمنستان ہے جس کا ہر رخ ہر منظر۔ ہر گوشہ اور ہر نظارہ دیدہ و دل کے لئے تختۂ گل یا لطیف پھولوں کی دل آویز چمن ہے۔ ایک مستحکم عمارت ہے۔ جس کی ہر جانب اپنی رعنائی، دلکشی اور دلفریبی کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے اور عرض تو یہی کرنے کو جی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی گھڑی گھڑائی اس عمارت میں کوئی بھی رخ جاذبیت ... میں کسی سے کم ہونا بھی نہیں چاہئے تھی۔ بھلا انسانی تصانیف جن کے بعض اجزاء دوسرے اجزاء پر غالب اور خوبی و تاثیر کے دائرہ میں کچھ چیزیں دوسری چیزوں سے گھٹی ہوئی ہیں۔ اگر یہی حال خدا تعالیٰ کے کلام کا بھی ہوتا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ خدا اور انسان کے کلام میں فرق کیا رہ جاتا؟ اس لئے سنی سنائی طور پر نہیں بلکہ یقین و عقیدہ رکھتا ہوں جو قرآن حکیم کے مسلسل مطالعہ اور ایک طالب علم کی حیثیت سے میرے ضمیر و دماغ کی رگ رگ میں پیوست ہے کہ قرآن حکیم اپنے ہر پہلو کے اعتبار سے ایک اعجاز اور ایک لافانی شاہکار ہے۔

بلکہ راقم الحروف کی نظر میں تو قرآن حکیم کے اعجاز کو کسی ایک ہی جہت اور دائرہ میں بند کرنا درحقیقت اعجاز کی حقیقت اور اس کے حدود سے ناواقفیت ہی ہے۔

قدیم و جدید علماء کی اس بارہ میں جدت طرازیوں" کو جب عقیدت کے ساتھ دیکھتا ہوں تو اس کے سوا میرا ذہن اور کوئی توجیہہ نہیں کرسکتا کہ "بیچاروں کو اعجاز کے کھلے کھلائے چمن زار میں لطیف و نظیف منظر۔ یہی دکھائی دیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل علم قرآن حکیم کے اعجاز پر ندرت فکر۔ اور شادابی علم کے جو ذخیرے چھوڑ گئے ہیں وہ قابل قدر نہیں۔ معاذ اللہ نہ صرف عقیدہ بلکہ واقعات کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قرآن حکیم کے اعجاز کا سراغ انہیں خواص اور فضل و کمال کی بلند پایہ مسندوں کا فیض اور رشحۂ کرم ہے اور یہ

خود قرآن مجید کا ایک اعجاز ہے کہ اس کے اعجاز کے تازہ بتازہ نو بنو رخ قیامت تک کھلتے رہیں گے۔ اور یہ ہونا بھی چاہیئے۔ اس لئے کہ جس الہامی کتاب کی عمر اس کائنات کی پوری مدت کے ساتھ نانگدی گئی ہر دور میں اس سے انسانی دل و دماغ کو وابستہ رکھنے کے لئے علمی دلچسپیوں کا سامان بہم پہنچتا ہے۔ ذرا سوچئے تو سہی کہ ایک ہے قرآن کی تعلیمات پر عمل سو اس کے لئے دنیا کا ہر مومن پابند ہے کہ ہر دور اور ہر آن اسی پر عمل کرتا رہے لیکن عمل کے بعد بھی قرآن حکیم سے ایک ایسا اٹوٹ تعلق جو فکر و عمل کو اس سے جوڑے رکھے سوائے "اعجاز" کے اور کیا ہے؟ اس لئے مجھے حکیم و بصیر کا یہ بھی لطیفۂ اعجاز" نظر آتا ہے کہ قرآن حکیم میں علمی دلچسپیوں کیلئے نہ ختم ہونے والے خزانے اس قوت سے مستور کر دئے ہیں کہ اسی زمین و آسمان میں کھوج لگا لگا کر نئی نئی دولتیں انشاء اللہ ہمیشہ ہاتھ آتی رہیں گی۔ پندرہ سال کا طویل عرصہ کہئے یا مختصر، قرآن حکیم کے ایک عقیدت مند طالب علم اور جویائے حقیقت کو قرآن حکیم کا ایک خاص پہلو اعجاز کا جو نظر آیا اس وقت اسی پر کچھ باتیں عرض کرنا ہیں مسلسل دیکھتا چلا آتا ہوں کہ قرآن حکیم کے انتقالات بھی اعجاز کا ایک دلآویز پہلو لئے ہوئے ہیں۔

انتقالات سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے کلام میں ایک مضمون سے دوسرے مضمون تک منتقل ہوتے ہیں تو نقل و حرکت کا یہ سلسلہ بھی معجز شان کا پورا مظہر ہوتا ہے۔

قرآنی انتقالات کی تفصیل یوں تو بڑی طویل ہے لیکن نمونہ کے لئے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔ ان انتقالات میں قرآن حکیم کے پیش نظر بہت سے مقاصد رہتے ہیں۔ انشاء اللہ ان مقاصد کی مختصر تفصیل زیر قلم رہے گی سورہ بقرہ ہی میں پوچھنے والوں نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق پوچھا جیسا کہ قرآن حکیم کا بیان ہے۔

یسئلونک عن الاھلۃ

پوچھا جا رہا ہے آپ سے چاند کے متعلق

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجودہ اصطلاح میں چاند کے گھٹاؤ بڑھاؤ کی سائنس معلوم کرنا چاہتے تھے ظاہر ہے علوم میں بعض وہ علم بھی ہیں جن سے آخرت سازی میں کوئی بھی مدد نہیں ملتی بلکہ ایسے علوم اپنی خصوصیات اور اثرات کے اعتبار سے غافل کر دینے کی اپنے اندر زبردست ہمیت رکھتے ہیں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کا یہ سوال اور سوال کا مقصد براہ راست انہیں غیر مفید علوم و معلومات سے جا ملتا اس لئے قرآن حکیم نے ذہنوں کو اس سوال سے منتقل کر کے ایک ایسی حقیقت کی طرف پھیر دینا چاہا جو ہر حال میں یکساں مفید ہے۔ جواب یہ دیا گیا۔

قل ھی مواقیت للناس والحج

آپ کہیئے وہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے

شناخت اوقات کا ذریعہ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ معلوم یہ کرو کہ اس کے گھٹنے بڑھنے سے کائنات انسانی کو فائدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ سوالات کا کوئی دوسرا رخ کسی طرح بھی کارآمد نہیں۔ جن علوم کو حاصل کرنے کے لئے خدا اور اس کے رسول نے کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی اسی غیر لازم چیز کو خود پر لازم کر لینا۔ نہ شرعاً مطلوب نہ انسانی افادی نقطۂ نظر سے کوئی پسندیدہ و بہتر کام۔ اسی نے اس سوال و جواب کے بعد متصلاً عرب جاہلیت کے ایک غلط دستور پر قدغن کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا

اور یہ کوئی بھی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں انکی پشت

کی طرف سے آؤ۔

ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا

البتہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے

اور گھروں میں انکے دروازے سے ہی آؤ۔

احرام پوش ہونے کے بعد گھروں میں جانیکی ضرورت پر سیدھے سادھے راستے چھوڑ کر چھتوں پر سے چڑھ کر

داخل ہونا التزام مالا یلزم تھا اور اسی کو نیکی تصور کرتے ہوئے اس طرح اپنے پر عائد کیا کہ ترک بھی گناہ معلوم ہوتا۔ حالانکہ یہ سرے سے کوئی نیکی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد فریضہ تھا ہی نہیں، ایسے ہی چاند کے متعلق ٹھیک اسی نقطۂ نظر سے سوال جس طرح کیا گیا تھا اس سلسلہ کی کاوشیں تمام تر التزام مالا یلزم کے قبیل سے تھیں، گھروں میں ان کے دروازے سے ہی داخل ہو، ہر مرحلہ پر راست راہوں کو اختیار کرنے کا ایک عام قانون ہے۔ ظاہر ہے کہ علم بھی ایک "بیت" ہے۔ اس بیت العلم میں بھی سیدھی اور مناسب راہ داخل ہونے کے لئے پیش نظر رکھنا ضروری ہوجاتا اب چاند سے متعلق سوال۔ اور اس نقطۂ نظر کے تحت جو سامنے رکھ کر کیا گیا تھا گھر میں داخل ہونے کی ایک غلط کوشش تھی اور قرآنی ہدایت کے مطابق سوال گھر میں پہنچنے کی ایک سیدھی سادھی شکل ہے۔ انہیں آیات کے بعد مسئلہ یہ کھڑا ہوگیا کہ حدود حرم اور زمانۂ احرام میں کیا کفار سے جہاد جائز ہوگا۔ مسلمان مکہ معظمہ کی سرزمین پر مظلومیت کے ساتھ جان ہی دینا بڑی نیکی یقین کرتے تھے اقدام جہاد تو درکنار دفاع اور مدافعت جو انسان کا معقول حق ہے اس کے لئے بھی ان کے ذہن آمادہ و مستعد نہیں تھے یہی وہ التزام مالا یلزم تھا جس پر قرآن حکیم نے تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اور اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں

یہ فرماتے ہوئے حرم کے حدود میں دست بدست لڑائی کو، اشد ترین گناہ باور کرنے والے نیکی پسند مومنین کو سمجھایا گیا۔

الفتنة اشد من القتل

فتنہ تو قتل سے بھی سخت تر ہے۔

یعنی مشرکین مکہ کفر و شرک میں مبتلا ہو کر نت نئے فتنہ آرائیوں میں جو دلچسپی رکھتے ہیں دفاع و مدافعت کے مقابل میں قوی ترین گناہ تو وہی ہے، بہرحال قرآن حکیم نے ایک مضمون سے ذہنوں کو منتقل کرکے جو دوسرے فکر و نظر کے باب ان کے لئے اس موقع پر کھولے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے انتقالات کس قدر اہم اور مقاصد کے اعتبار سے کس درجہ وسیع ہیں۔

اسی طرح سورہ مائدہ میں یہود و نصاریٰ کے خرافاتی نظریات نقل کرتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد ہوا کہ۔

"یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے لڑکے اور اس کے چہیتے ہیں"

اس باطل ترین زعم کا ایک جواب تو گویا یہ دیا گیا کہ اگر واقعی تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو

"پھر خدا تمہیں گناہوں پر سزا کیوں دیتا ہے"

اس کے بعد یہود کی طویل بے عنوانیوں کا مفصل ذکر کرتے ہوئے اچانک حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ھابیل اور قابیل میں پیش آئے ہوئے واقعہ کا ذکر شروع ہوگیا یہ واقعہ اس وقت شروع ہوا۔

"جب دونوں نے ایک نیاز پیش کی ان میں سے ایک کی تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی اس پر وہ دوسرا بولا کہ میں تجھ کو قتل کردوں گا پہلے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ متقین کا عمل قبول کرتا ہے"

اور بالآخر حسد کے آتشین جذبات سے مغلوب و سوختہ قابیل نے ھابیل کی جان پوری بے دردی سے لے لی۔ اب ذرا سوچئے کہ جن یہود و نصاریٰ نے خود کو خدا تعالیٰ کی اولاد اور چہیتے قرار دیا تھا وہ اولاد نبی تھے لیکن انبیاء علیہم السلام کی بلا واسطہ اولاد نہیں بلکہ صرف ان کی مقدس نسل ہیں اور ادھر قرآن حکیم نے دو ایسے شخصوں کا واقعہ سنایا جو براہ راست اول نبی و ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی بلاواسطہ اولاد تھی قابیل کو اس کی بدکرداری اور ارتکاب گناہ پر جو سزا ملی اس سے بچنے کے سلسلے میں آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے ہونا ذرا بھی کارآمد نہ ہوا بتانا یہی چاہا کہ قبولیت کی بنیاد تقویٰ

ذکر کسی مقدس پیغمبر کی نسل اور خانوادے سے تعلق۔ گویا کہ قرآن مجید نے ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی جانب پوری اعجازی شان کے ساتھ انتقال کیا یہی قرآن حکیم کے معجز انتقالات ہیں! سورہ کہف جیسا کہ معلوم ہے مشرکین مکہ کے چند سوالات کے جواب میں نازل ہوئی جو یہود کی تعلیم و تلقین پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے۔ پوچھنے والوں نے چند ایسی تاریخی الجھنیں آپ کے سامنے رکھدی تھیں کہ اس وقت اور آج بھی عالمی تاریخ ان سوالات کے واقعی حل سے عاجز ہے اور خود دریافت کرنے والوں کے پیش نظر بھی ان سوالات کو سامنے رکھنے سے یہی تھا کہ انسانی علم کی دسترس سے ان سوالات کا جواب یا عقدوں کی گرہ کشائی ممکن نہیں تھی اور ساتھ ہی اصحاب کہف کے واقعہ میں عجائبات سے انسانی ذہن بے پناہ متاثر تھا یہاں تک کہ خود قرآن حکیم کو کہنا پڑا کہ۔

ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجبا۔

کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اصحاب کہف اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں کچھ تعجب کی چیز تھے۔

اور پھر اسی حیرت انگیز و حیرت زا واقعات کے ضروری اجزاء میں خصوصی توجہ اس نقطہ نظر پر رہی کہ اصحاب کہف کے لئے یہ تمام مناسب انتظامات اور دشمنوں سے عافیت کا معقول سروسامان ان نوجوانوں کے "تقوی" للہیت، ایمان میں پختگی، عمل میں درستگی کے بار آور نتائج تھے۔ اچانک حضرت موسی علیہ السلام کی ایک "علمی رحلت" اور خضر علیہ السلام سے ملاقات۔ اس ملاقات میں خضر علیہ السلام کے حیرت انگیز اقدامات اور تکوینیات میں تعجب خیز تبدیلیاں تفصیل سے سنا کر بتا دیا کہ دیکھنے والوں کو قصہ اصحاب کہف میں عجائبات اور آیات الہی کا منظر نظر آتا ہے حالانکہ قدم قدم پر آیات الہی کا وہ دفتر کھلا ہوا ہے۔ جو دانش بینش کے لئے عبرت زا ہے اس طول و عرض دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کچھ

آیات الہی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے لیکن انسان نے حوادث و واقعات سے سبق لینے کی راہیں خود پر بند کرلیں اور پھر انہیں عجائبات کے دفتر سے ایک اور واقعہ "ذوالقرنین" کا سامنے رکھا گیا جنکی شخصیت کارنامے، یاجوج و ماجوج کے ہنگامے، انکی فتنہ سامانیوں کا انسداد، آیات الہی کا ایک غیر المعقول باب ہے اور اس طرح سورہ کہف کو ختم کرنے کے ساتھ ہی سورہ مریم شروع کردی گئی کہف کے بعد مریم کے آغاز سے خدائے علیم و علام نے ذہن انسان کو اسی طرف منتقل کرنا چاہا کہ اصحاب کہف کے واقعات میں آیات الہی کو محدود کرنے والے ذرا ان حیرت خیز واقعات کو سنیں۔ جن سے انہیں معلوم ہو کہ دنیا آیات و عجائبات کا ایک تختۂ رنگین ہے چنانچہ زکریا علیہ السلام کے یہاں ضعف پیری میں بچہ کی پیدائش جبکہ ان کے بیان کے مطابق ان کی اہلیہ محترمہ توالد و تناسل کے تمام امکانات ختم کرچکی تھیں بلکہ وہ اس کے بعد بھی بشارت پر ان کی حیرت کا جو عالم تھا اسے خود قرآن حکیم ہی نے ان الفاظ کے ساتھ محفوظ کرلیا۔

قال رب انی یکون لی غلامٌ وکانت امرأتی عاقرا وقد بلغتُ من الکبر عتیا۔

اور بولے زکریا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کیسے ہوگا۔ درانحالیکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوں۔

لیکن انہیں مایوس کن حالات میں خدا تعالی نے اپنی قدرت کاملہ کی ایک آیت و نشان حضرت یحیی علیہ السلام کی پیدائش کی صورت میں ہمیشہ کے لئے قائم کردی اور قصہ یحیی و زکریا علیہ السلام سے فراغت کے ساتھ ہی حضرت مریم اور عیسی علیہ السلام کا وہ عجیب واقعہ سنایا جو اپنے دامن میں آیات الہی کا ایک خزانہ رکھتا ہے یعنی بغیر باپ کے ایک عفیفہ اور پاکدامن بی بی کے یہاں ایک پیغمبر کی پیدائش نزاع تعلقات

کی اس برجستہ ترتیب پر غور کیجئے۔ اصحاب کہف جس کے حیرت خیز پہلو کے دباؤ سے پوچھنے والوں کے دماغ دبے جاتے تھے اس قصہ کو سنا کر قصۂ خضر و موسیٰؑ قصہ ذوالقرنین و یاجوج و ماجوج۔ قصۂ زکریا و یحییٰ اور انتہائی حیرت انگیز واقعہ قصہ مریم و عیسیٰ گویا قرآن حکیم ایک حیرت انگیز واقعہ سے دوسرے حیرت خیز واقعہ کی جانب انسانی ذہن کو دھکیلتا رہا۔ اور اس طرح قصہ مریم و عیسیٰ علیہما السلام کو قبول کرنے کے لئے گردوپیش کے واقعات کو غلط رنگ دینے کے بجائے صرف آیت الٰہی کے ایک عظیم مظہر کی حیثیت سے لے قبول کرنے کے لئے ذہنوں کی بتدریج تربیت کی گئی۔ مضمون زیر قلم ہے تو ایک لطیفہ یہ بھی سامنے ہوا کہ پوری داستان میں دو دو کردار مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اصحاب کہف اور دقیانوس۔ موسیٰ علیہ السلام اور خضرؑ ذوالقرنین، یاجوج ماجوج، ذوالقرنین اور اس کا سفر، حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام، حضرت عیسیٰ اور مریم عذراء۔ بہر حال قرآن حکیم نے جس شان اعجاز کے ساتھ ذہنوں کو دھکیل دینے کی تربیت فالم کی اس کا ایک اور نمونہ قصۂ لقمان ہے، جاننے والے جانتے ہیں کہ قرآن حکیم میں ایک پوری سورت اسی حکیم دانا، صاحب فراست و دیانت شخص سے متعلق ہے۔ سورۃ کی ابتداء ان آیات

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین۔

اور بعض ایسا بھی ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی
باتیں خریدتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے
بوجھے دوسروں کو گمراہ کرے اور اس راہ کی
ہنسی اڑائے ایسے ہی لوگوں کے لئے ذلت کا

تما شان نزول" یعنی اس کے پس منظر کو متعین کرتے ہوئے مفسرین نے جو روایات درج کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے

نضر ابن حارث آس پاس کے ملکوں کا سیاح، وہاں سے جاہلی لٹریچر کی کتابیں درآمد کرتا۔ ایران کے بہادروں کے افسانے حیرہ کے بادشاہوں کے قصے اہل عرب کو سناتا۔ اور کہتا جی اس میں لگاؤ" قرآن حکیم کے وعظ میں کیا دھرا ہے ساتھ ہی حسین چھوکریاں بھی ہوتیں۔ اور مجلس کو زیادہ سے زیادہ پرکشش بنانے کے لئے شراب و کباب کی بھی پیشکش ہوتی۔ قرآن کریم نے ٹھیک اسی موقع پر حضرت لقمان کے وعظ اور اپنے بیٹے کو دلپذیر نصیحت کی ایک موثر اور دل آویز داستان سنائی۔ اس بے بہا نصیحت میں توحید، شکر کی تعلیم، شرک سے محفوظ رہنے کی تلقین۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک، نماز کا حکم، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ کے فرض کی ادائیگی کی جانب توجہ وغیرہ۔ کچھ سمجھے آپ قرآن حکیم نے نضر کے توڑ پر لقمان کے مواعظ کا قصہ سنا کر ذہنوں کو اس طرف منتقل کر دینا چاہا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے کلام کے سوا کوئی اور چیز سننے سنانے کے قابل ہے تو وہ صالحین کے حالات، انکی نصائح اور ان کے وہ کلمات حکمت ہیں۔ جن سے انسان میں مکارم اخلاق۔ اصلاح اور فلاح آخرت کے لئے مفید اور کارآمد جذبہ پیدا ہو۔

اسی طرح سورۃ تحریم میں جیسا کہ معلوم ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم محترم میں کسی بی بی صاحبہ سے کوئی راز کی بات کہہ دی۔ جسے وہ راز نہ رکھ سکیں بلکہ ایک دوسری بی بی سے بھی اس کا ذکر کر دیا۔ حالانکہ یہ تذکرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے خلاف تھا۔ یہ انکشاف خدا تعالیٰ کی طرف سے کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اقدام سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تکدر اور ناگواری طبع کا موجب تھا اس لئے سورۃ کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ۔

اللہ نے بتائی ایک کہاوت منکروں کے واسطے
عورت نوح کی اور عورت لوط کی، گھر میں تھیں
دونوں ایک دو نیک بندوں کے جائے، پھر
انہی چوری کی پھر وہ کام نہ آئے ان کو اللہ کے

"اتو سے کچھ اور حکم ہوا کہ جاؤ دوزخ میں ساتھ جانیوالوں کے اور اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایمان والوں کو عورت فرعون کی جب بولی اے رب بنا میرے واسطے اپنے پاس ایک گھر بہشت میں اور بچا نکال مجھکو فرعون سے اور اس کے کام سے اور بچا نکال مجھکو ظالم لوگوں سے اور مریم بیٹی عمران کی جسنے روکا اپنی شہوت کی جگہ پھر ہم نے پھونکدی اس میں اپنی طرف کی جان اور وہ سچا جانی اپنے رب کی باتیں اور اسکی کتابیں اور تھی بندگی کرنے والوں میں۔"

دیکھا آپنے قرآن حکیم نے کس خوبصورتی اور کمال رعنائی کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بیبیوں کو تنبیہ کی کہ فلاح آخرت کی تمام تر بنیاد تقوی عمل صالح بندگی اور عبادت ہے۔ نہ کہ کسی پیغمبر کی بی بی اور جلیل القدر رسول کے حرم قدس میں ہونا۔ نوح و لوط علیہما السلام کی بیبیاں العیاذ باللہ رحمت خدا سے محروم رہیں۔ اور فرعون جیسے شدید کافر و مشاد کفر کی بی بی اپنے ایمان و تقوی کی بنا پر سیدھی بہشت میں پہنچیں ....

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ آیات میں تنبیہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن اجمعین کے لئے ہے۔ دلیل اسکی خود قرآن حکیم سے واضح ہے۔ خوب غور سے دیکھ لیا جائے کہ فساد عقیدہ اور فساد عمل میں مبتلا یہاں صرف دو عورتوں کا ہی تذکرہ ہے یعنی نوح اور لوط علیہما السلام کی بیبیاں۔ اور صحت عقیدہ و عمل میں بھی ذکر دو پاکباز عورتوں ہی کا آیا یعنی امراۃ فرعون اور سیدہ مریم عذرا حالانکہ قرآن حکیم چاہتا تو اس موقع پر نوح علیہ السلام کے بیٹے۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا بھی ذکر کر سکتا تھا۔ لیکن گم کردہ راہ مردوں کا ذکر چھوڑ کر صرف عورتوں کا تذکرہ میری دانست میں سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں رکھتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تنبیہ و انتباہ کے لئے تھا۔ ذرا سورۃ کے ابتدائی حصہ پر بھی غور کیجئے ارشاد ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملٰئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون۔

"اے ایمان والو بچاؤ اپنی جان اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جسکی چھپٹیاں ہیں۔ آدمی اور پتھر۔ اس پر مقرر ہیں فرشتے۔ تندخو۔ زبردست بے حکمی نہیں کرتے۔ اللہ کی جو بات انکو فرمائی اور وہی کرتے ہیں جو حکم ہو"

تنبیہی کلام میں جہنم پر مامور فرشتوں کے اوصاف کی تفصیل کہ مزاج کے سخت۔ تندخو۔ اور اپنے خدا کے حکم کی کامل اطاعت کرنے والے ہیں۔ کیا یہ اس خام خیالی کی جڑ کاٹ کر نہیں رکھدیتی۔ کہ جہنم پر موجود یہ فرشتے کسی حسبی نسبی سلسلہ کی رعایت نہ کریں گے اور نہ کسی مقبول مکرم اور صاحب تقرب انسان کی بیبیوں کے ساتھ کوئی بیجا رعایت ہو سکے گی۔ غرضیکہ قرآن مجید کے ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی جانب پر اعجاز انتقال کی یہ چند مثالیں قرآن حکیم ہی سے پیش کی گئیں۔ قدیم مفسرین انہیں چیزوں کو ربط و مضامین کے ارتباط سے تعبیر کرتے ہیں لیکن خاکسار نے ربط کے بجائے اسی کو "انتقال" سے موسوم کیا ہے۔ یہ راقم الحروف کے اپنے مطالعہ قرآنی کا تمام تر نتیجہ ہے۔ کسی تفسیر سے ماخوذ و منقول چیز نہیں اگر درست ہے؛ تو خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر؛ کہ ایک جہول و ظلوم کو "کتاب مبارک" سے مناسبت عنایت فرمائی۔ اور اگر غلط ہے؛ تو خدا تعالیٰ اس غیر ارادی ذلت کے لئے معاف فرمائیں۔

نالہ کیا ہے؟ عیش و عشرت کی صدائے بازگشت
نغمہ کیا ہے؟ ایک آواز شکست ساز ہے

حضرت زکی کیفی

ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ
فروری ۱۹۶۷ء

دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ البلاغ کراچی

فی پرچہ ۵۶ پیسے ، سالانہ چھ روپے
ممالک غیر سے ، ایک پونڈ سالانہ
بذریعہ ہوائی ڈاک ۲ پونڈ

ڈاک کا پتہ
"البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴

فون ــــــــــ ۳۰۱۱۷

ہندوستان میں ترسیل زر کا پتہ
مولانا ظہور الحسن صاحب خانقاہ امدادیہ
تھانہ بھون ضلع مظفر نگر
(بھارت)

محمد تقی عثمانی
استاذ دارالعلوم کراچی

مدیر انتظامی
خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری
ناظم نشر و اشاعت دارالعلوم کراچی

جلد ــــــــ ۱
شمارہ ــــــــ ۱۱